خلاصہ نور المبین

سگِ عطار ابو احمد محمد رئیس عطاری بن فلک شیر

خلاصہ نور المبین

مؤلف سگِ عطار ابو احمد محمد رئیس عطاری بن فلک شیر

مختصر تعارفِ علامہ ابنِ جزی

نام و تاریخِ ولادت:

علامہ ابنِ جزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُندلس کے شہر غرنوطہ میں 693ھ میں ایک علمی و دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام ''محمد'' اور کنیت ''ابو القاسم'' ہے۔ جُزَیٔ آپ کے پڑدادا کا نام ہے اور اسی کی طرف نسبت سے آپ کو ''ابنِ جزی'' کہا جاتا ہے اور یہی نام زیادہ معروف بھی ہے۔

تحصیلِ علمِ دین و مسلک:

آپ عمر بھر دینی علوم کی تعلیم، تدریس، تصنیف اور تحقیق و مطالعہ میں مشغول رہے۔ فقہ میں حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مسلک سے وابستہ تھے۔ نہایت نیک سیرت اور خوش اخلاق انسان تھے۔ بیان میں بڑی شیرینی اور اثر تھا، قرآن کریم کے متعلق تمام اہم علوم سے کامل مناسبت اور مہارت حاصل تھی، فقہ و حدیث میں بھی اونچا درجہ رکھتے تھے، علومِ قراءات اور ادب و عقائد پر مضبوط گرفت رکھتے تھے۔

اساتذہ کرام:

آپ نے سرزمینِ اندلس میں متعدد کبار شیوخ علماءِ کرام سے استفادہ کیا، جن میں چند اہم مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں:

(01) استاذ ابو جعفر بن زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ان سے علومِ عربیت، فقہ، حدیث اور قرآن کریم کا علم حاصل کیا۔

(02) شیخ ابو عبد اللہ بن کماد خطیب ابو عبد اللہ بن رُشَید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ان کی خدمت میں طویل عرصہ تک رہ کر استفادہ کرتے رہے۔

(03) قاضی ابو عبد اللہ بن بُرطال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(04) استاذ ابو القاسم بن عبد اللہ بن شاط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شاگرد:

(01) لسان الدین بن خطیب

(02) محمد بن محمد انصاری المعروف ابنِ خشاب

(03) ابو عبد اللہ الشدید اور آپ کی اولاد وغیرہ۔

تصانیف:

آپ کی چند اہم تالیفات کے نام درج ذیل ہیں:

(01) التسھیل لعلوم التنزیل

(02) الانوار السنیۃ فی الکلمات

(03) القوانین الفقھیۃ

(04) النور المبین

وصال:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 741 ھ میں شہید ہوئے۔

☆...☆...☆

کچھ اس کتاب کے بارے میں

یہ کتاب دینِ اسلام کے بنیادی اور اساسی عقائد کے موضوع پر تحریر کی گئی ہے۔

اس کتاب کی تین خصوصیات ہیں: (01) دینِ اسلام کے تمام بنیادی عقائد کو واضح اور آسان دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تا کہ اس کتاب کو پڑھنے والا عقائدِ اسلام کے دلائل سے واقف ہو جائے اور ان میں غور و فکر کرنے والا علمِ تقلید سے علمِ یقین کی طرف ترقی کر جائے۔

(02) پھر تقریباً تمام دلائل قرآنِ کریم سے ہی ماخوذ کئے گئے ہیں؛ کیوں کہ یہی کتاب اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی حجت (یعنی دلیل) ہے اور وہ رسی ہے جسے مضبوط تھامنے کا حکم ہے، اور مزید یہ بھی واضح ہو جائے کہ قرآنِ کریم میں ہر چیز کا علم ہے۔

(03) اس میں دینِ اسلام کے صرف بنیادی اور اساسی عقائد کو ذکر کیا گیا ہے اور اختلافی مباحث اس کتاب میں شامل نہیں کی گئیں۔

یہ کتاب تین قواعد اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے:

(01) پہلے قاعدے میں الٰہیات کے بارے میں کلام ہے۔

(02) دوسرے قاعدے میں انبیاء، ملائکہ اور ائمہ وصحابہ کرام کے بارے میں کلام ہے۔

(03) تیسرے قاعدے میں دارِ آخرت کے بارے میں کلام ہے۔

خاتمہ: مقصودِ کتاب کے مطابق نفع مند نصیحتوں پر مشتمل ہے۔

پہلا باب

پہلے باب میں الٰہیات کے بارے میں کلام ہے

اور اس میں چار فصلیں ہیں۔

فصلِ اول: اللہ تبارک وتعالی کے وجود اور وہی تمام مخلوق کو پالنے والا اور پیدا کرنے والا ہے کو ثابت کرنے کے بارے میں ہے۔

فصلِ ثانی: توحید کے بارے میں ہے اور ہمارے قول "لا الہ الا اللہ" کا بھی یہی مطلب ہے۔

فصلِ ثالث: اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کرنے کے بارے میں ہے۔

فصلِ رابع: اللہ تعالیٰ کی ذات سے عیوب کی پاکی کو بیان کرنے کے بارے میں ہے۔

فصلِ اول

اللہ تبارک وتعالیٰ کے وجود اور وہی تمام مخلوق کو پالنے والا اور پیدا کرنے والا ہے کو ثابت کرنے کے بارے میں ہے۔

جان لو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے وجود پر دلائل بے شمار ہیں کیونکہ ہر شے اسی کے وجود پر دلیل ہے اور اسی کے وجود کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

بہر حال ہم اس بارے میں کلام کو تین مبحثوں میں بیان کریں گے۔

پہلی بحث: موجودات (دنیا میں موجود چیزوں) کی اقسام میں جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے نشانیاں بیان کی ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال کرنا۔

دوسری بحث: انبیاء کے اخبار سے وجودِ باری تعالیٰ پر استدلال کرنا۔

تیسری بحث: اللہ تعالیٰ کے وجود پر فطرتِ سلیمہ بھی گواہی دیتی ہے۔

پہلی بحث: موجودات (دنیامیں موجود چیزوں) کی اقسام میں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نشانیاں بیان کی ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال کرنا۔

سوال: موجودات (دنیامیں موجود چیزیں) کس طرح اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہیں؟

جواب: زمین، آسمان، حیوان، نباتات، پہاڑ، سمندر، ہوائیں، بارش، سورج، چاند، دن، رات الغرض دنیا کی ہر مخلوق اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ بے شک ان کا کوئی نہ کوئی صانع اور بغیر کسی مثلِ سابق کے بنانے والا ہے، اور یہی تو اللہ پاک کے ان فرامین کا مطلب ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(۲۱) الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۲۲)۔

ترجمہ کنزالایمان: اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے اور جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کے لیے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔ (پارہ 01، سورۃ البقرہ، آیت 22،21)۔

اور فرماتا ہے: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ۪ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ(۱۶۴)۔

ترجمہ کنزالایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلادیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔ (پارہ 02، سورۃ البقرہ، آیت 164)۔

اس کے علاوہ قرآنِ کریم میں جہاں کہیں بھی موجودات پر تنبیہ کی گئی ہے وہ اسی معنی کا فائدہ دیتی ہے کہ بے شک ان کا کوئی نہ کوئی صانع اور بغیر کسی مثلِ سابق کے بنانے والا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

خیال رہے کہ قرآن پاک میں کثیر مقامات پہ یہ تنبیہ کی گئی ہے۔

اللہ پاک تجھے غور و فکر کرنے کی توفیق دے تو تم اپنی سب سے قریبی چیز یعنی اپنے نفس میں غور و فکر کرو، اس کی عجیب و غریب تدبیر اور بناوٹ میں رب تبارک و تعالیٰ کے وجود پر دلیل ہے۔
اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر انسان کی پیدائش کے بارے میں تنبیہ کی۔
ارشاد فرماتا ہے: **وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍۚ(۱۲) ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ۪(۱۳) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًاۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَؕ(۱۴) ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَؕ(۱۵)**۔
ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے آدمی کو چُنی ہوئی مٹی سے بنایا، پھر اُسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں، پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا، پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی، پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں، پھر اُن ہڈیوں پر گوشت پہنایا، پھر اسے اور صورت میں اُٹھان دی، تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو۔ (پارہ 18، سورۃ المؤمنون، آیت 12۔15)۔
ایک اور مقام پر فرمایا: **وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ(۲۱)**۔ ترجمہ کنزالعرفان: اور خود تمہاری ذاتوں میں، (نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ (پارہ 26، سورۃ الذاریات، آیت 21)۔

چھوٹی اور سب سے قریبی چیز سے رب تبارک و تعالیٰ کے وجود پر دلیل:

غور کرو کہ انسان کی کیا ہی عجیب ترکیب ہے کہ وہ گندے پانی (یعنی منی) سے پیدا کیا گیا ہے، اس کی ہڈیاں اور رگیں مختلف ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی منفعت کے ساتھ خاص ہے، غذا ہر عضو کو اسی کی ضرورت کے مطابق ملتی ہے، اور اسی ایک غذا سے ہی انسانی جسم میں مختلف قوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ انسان کو عقل دی گئی ہے جس سے وہ جانوروں سے ممتاز ہو جاتا ہے، انسان غور تو کرے کہ وہ کس طرح آنکھوں سے دیکھتا ہے، کس طرح کانوں سے سنتا ہے، کس طرح ہاتھوں سے پکڑتا ہے اور اس کے علاوہ بھی ایسے عجائبات ہیں جو ختم نہیں ہو سکتے اگرچہ عمریں ختم ہو جائیں، لہٰذا اس بات میں کوئی شک نہیں رہا کہ ضرور کوئی نہ کوئی مدبر ہے جس نے اس نظام کو ترتیب دیا ہے اور کوئی نہ کوئی بنانے والا ہے جس نے اس کو نظام کو اتنا بہترین بنایا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

بڑی چیزوں سے رب تبارک و تعالیٰ کے وجود پر دلیل:

پھر عالَم میں موجود انسانوں سے بھی بڑی چیزوں میں غور و فکر کرو جیسے آسمان، زمین اور دیگر چیزوں میں، اب تو دیکھے گا کہ ان کو ایسے عجیب و غریب اور پُر حکمت طریقے سے بنایا گیا ہے کہ عقلیں اس کا ادراک ہی نہیں کر سکتیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان سب چیزوں کو بنانے والی ذات بہت ہی اعلیٰ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

بے شک اللہ جل جلالہ نے بھی اپنے ان فرامین میں اسی معنی کی طرف تنبیہ فرمائی ہے: ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوّٰٮهَا ﴿ۙ۲۸﴾ وَ اَغۡطَشَ لَيۡلَهَا وَ اَخۡرَجَ ضُحٰٮهَا ﴿۪۲۹﴾ وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحٰٮهَا ﴿ؕ۳۰﴾ اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعٰٮهَا ﴿۪۳۱﴾ وَالۡجِبَالَ اَرۡسٰٮهَا ﴿ۙ۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمۡ وَلِاَنۡعَامِكُمۡ ﴿ؕ۳۳﴾۔

ترجمہ کنزالایمان: کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا، اللہ نے اسے بنایا، اس کی چھت اونچی کی، پھر اسے ٹھیک کیا، اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی، اور اس کے بعد زمین پھیلائی، اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا، اور پہاڑوں کو جمایا، تمہارے اور تمہارے چوپاؤں کے فائدہ کو۔ (پارہ 30، سورۃ البقرہ، آیت 27۔32)۔

اور اس فرمان میں بھی اسی معنی کی طرف تنبیہ فرمائی ہے: لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَكۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾۔

ترجمہ کنزالایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ (پارہ 24، سورۃ المؤمنون، آیت، 57)۔

پھر اگر تو ہر چھوٹی اور بڑی، بے جان اور جاندار چیزوں میں غور و فکر کرے گا تو تیرے لئے اس میں حکمت و تدبیر کے لطائف ظاہر ہوں گے، تو اب تو جس چیز کو بھی سنے گا یا دیکھے گا تو اس میں تو ان چیزوں کے بنانے والے پر قطعی دلیل پائے گا۔ اللہ کے وجود پر یہ کتنے بڑے بڑے دلائل ہیں، لہٰذا اے انسان تو اس میں غور و فکر کر۔

تین سوال

اب یہاں کسی کے ذہن میں تین سوال پیدا ہو سکتے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں۔

پہلا سوال: اس بات پر کیا دلیل ہے کہ موجودات (یعنی عالم میں موجود تمام چیزیں) پہلے نہیں تھیں بلکہ بعد میں وجود میں آئیں؟۔

دوسرا سوال: اس بات پر کیا دلیل ہے کہ موجودات (یعنی عالم میں موجود تمام چیزیں) اپنے بنانے والے کی طرف محتاج ہیں؟ کیا یہ خود بخود وجود میں نہیں آسکتیں؟

تیسرا سوال: اس بات پر کیا دلیل ہے کہ مخلوقات (یعنی موجودات) کو پیدا کرنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہے کوئی اور نہیں؟

اب اِن سوالات کے جوابات کو بالترتیب ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا سوال: اس بات پر کیا دلیل ہے کہ موجودات (یعنی عالم میں موجود تمام چیزیں) پہلے نہیں تھیں بلکہ بعد میں وجود میں آئیں؟۔

اس سوال کے دو جوابات ہیں۔

پہلا جواب: موجودات (یعنی عالم میں موجود تمام چیزوں) کی صفات حرکات و سکنات کے ذریعہ بدلتی رہتی ہیں، اس کے علاوہ ان پر دیگر امور یعنی فنا ہو جانا وغیرہ بھی طاری ہوتے رہتے ہیں، یہ سب باتیں ان کے قدیم ہونے کے منافی ہیں اور اس بات کا تقاضہ کرتی ہیں کہ یہ عدم سے وجود میں آئی ہیں۔

انہی امور کی بناء پر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے دلیل پکڑی، جس کو باری تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ(۷۶) فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَىٕنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ(۷۷) فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ(۷۸) اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ(۷۹)۔

ترجمہ کنزالایمان: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو، میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔(پارہ 07، سورۃ الانعام، آیت 76-79)۔

کیونکہ جب آپ نے سورج چاند اور ستاروں کو غروب ہوتا ہوا اور ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتا ہوا دیکھا تو جان لیا کہ یہ چیزیں عدم سے وجود میں آئی ہیں اور ان کو عدم سے وجود میں کوئی لانے والا بھی ہے۔

نوٹ: یہ واقعہ آپ کے بچپن کا بالغ و مکلف ہونے سے پہلے کا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے یہ سب باتیں اپنی قوم پر ان چیزوں کے حادث ہونے کو واضح کرنے کے لئے اور ان چیزوں کے معبود ہونے کا رد کرنے کے لئے کہیں تھیں۔

دوسرا جواب: ہر ایک انسان جانتا ہے کہ وہ پہلے اس دنیا میں نہیں تھا، بعد میں آیا، اسی طرح کا معاملہ وہ دوسرے انسانوں میں بھی دیکھتا ہے کہ وہ پہلے نہ تھے بعد میں آئے، اسی طرح وہ نباتات کو بھی دیکھتا ہے کہ وہ بھی عدم سے وجود میں آئیں۔

یہ سب کچھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مصنوعات (دنیا میں موجود چیزیں) پہلے نہ تھیں بلکہ بعد میں وجود میں آئیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْــٴًـا مَّذْكُوْرًا(۱)۔

ترجمہ کنزالایمان: بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔ (پارہ 29، سورۃ الدھر، آیت 01)۔

اور فرماتا ہے: وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ(۵)۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور تو زمین کو مرجھایا ہوا دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ (تروتازہ ہو کر) لہلہاتی ہے اور بڑھتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوبصورت سبزہ اگاتی ہے۔ (پارہ 17، سورۃ الحج، آیت 05)۔

دوسرا سوال: اس بات پر کیا دلیل ہے کہ موجودات (یعنی عالم میں موجود تمام چیزیں) اپنے بنانے والے کی طرف محتاج ہیں؟ کیا یہ خود بخود وجود میں نہیں آ سکتیں؟

اس سوال کے تین جوابات ہیں۔

پہلا جواب: کسی شے کا خود کو بنانا محال ہے کیونکہ صانع کے لئے ضروری ہے کہ وہ مصنوع سے پہلے ہو، اور کوئی بھی شے اپنے بننے سے پہلے ہو ہی نہیں سکتی، جب شے ہے ہی نہیں تو بنایا کیسے؟ اور اگر پہلے ہوتی بھی تو پھر خود کو بنانے کی حاجت کیوں آتی؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ باطل ہے، اللہ پاک نے بھی اس نظریہ کے باطل ہونے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ(۳۵).

ترجمہ کنزالعرفان: کیاوہ کسی شے کے بغیر ہی پیدا کر دیئے گئے ہیں یاوہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں؟ (پارہ27، سورۃالطور، آیت35)۔

اس بات (یعنی کسی شے کا خود کو بنانا محال ہے) کو بندہ خود پر غوروفکر کرکے جان سکتا ہے کہ وہ دنیا میں آنے سے پہلے اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اس نے خود کو ہی بنالیا ہو۔ اسی بات کی طرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بھی تنبیہ فرمائی ہے: مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ۔

ترجمہ کنزالعرفان: نہ میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو بناتے وقت حاضر رکھا تھا اور نہ خود ان کے بناتے وقت۔ (پارہ15، سورۃالکہف، آیت 51)۔

دوسرا جواب: عالم (یعنی دنیا) میں موجود چیزوں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہیں جن کے بنانے پر انسان قادر ہے، جیسے کتاب لکھنا، عمارت بنانا وغیرہ۔ اور دوسری وہ ہیں جن کے بنانے پر انسان قادر نہیں ہے، جیسا کہ منی سے انسان پیدا کرنا اور لکڑی سے پھل نکالنا وغیرہ۔ اس بات میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ پہلی قسم کی چیزیں اپنے بنانے والے کی طرف محتاج ہوتی ہیں؛ کیونکہ جب کوئی شخص کسی کتاب کو دیکھے گا تو وہ جان لے گا کہ اس کو لکھنے والا کوئی ہے، جب گھر بنا ہوا دیکھے گا تو جان لے گا کہ اس کی دیواریں، اور چھت خود بخود نہیں بن گئے بلکہ کوئی نہ کوئی بنانے والا ہے۔ تو اسی طرح ضروری ہے کہ دوسری قسم کی چیزوں کو بنانے والا بھی کوئی نہ کوئی ہے، بلکہ ان کو تو کسی نہ کسی صانع کی زیادہ حاجت ہے کیونکہ ان کی بناوٹ تو حیرت انگیز ہے کہ پانی سے انسان پیدا ہوتا ہے اور لکڑی سے پھل نکل آتا ہے، اور ان میں جو حکمتیں ہیں وہ بھی ظاہر ہیں، لہٰذا ان کو بھی کوئی نہ کوئی بنانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (۳) ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ (۴)۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو رحمٰن کے بنانے میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا پس تو نگاہ اٹھا کر دیکھ، کیا تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ نگاہ اٹھا کر دیکھ، نگاہ تیری طرف ناکام ہو کر تھکی ماندی پلٹ آئے گی۔ (پارہ29، سورۃالملک، آیت 04)۔

اور فرماتا ہے: اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۶)

ترجمہ کنزالعرفان: تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اسے کیسے بنایا اور سجایا اور اس میں کہیں کوئی شگاف نہیں۔ (پارہ26، سورۃق، آیت 06)۔

تیسرا جواب: تقسیمِ عقلی کے اعتبار سے ممکن ہے کہ تمام عالم معدوم (یعنی موجود ہی نہ) ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ موجود ہو، اب جب کہ موجود ہے تو ضرور اس کو کوئی عدم سے وجود میں لایا ہے، لہذا معلوم ہو گیا کہ عالم میں موجود چیزوں کو کوئی نہ کوئی عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔ (پارہ 20، سورۃ القصص، آیت 68)۔

تیسرا سوال: اس بات پر کیا دلیل ہے کہ مخلوقات (یعنی موجودات) کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے کوئی اور نہیں ہو سکتا؟۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ عالم میں موجود تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی پیدا ہی نہیں کر سکتا۔ وہ اس طرح کہ عالم میں موجود چیزیں تین طرح کی ہیں: (01) وہ تمام چیزیں حی عاقل (یعنی زندہ عقل رکھنے والی) ہوں گی۔ جیسے انسان (02) یا پھر حی غیر عاقل ہوں گی۔ جیسے جانور (03) یا پھر وہ بے جان ہوں گی۔ جیسے آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے اور طبائع وغیرہ۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جب حی عاقل نطفہ سے انسان بنانے پر قادر نہیں ہے (یعنی جب زندہ انسان نطفہ سے انسان نہیں بنا سکتا)، نہ ہی لکڑی سے پھل نکال سکتا ہے اور نہ ہی کسی دوسری مخلوق (مثلاً مچھر، مکھی وغیرہ) کو بنانے پر قادر ہے تو حی غیر عاقل بدرجہ اولیٰ ان چیزوں کے بنانے پر قادر نہیں ہو گا، اور غیر حی تو بالکل قادر ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ مخلوقات کو پیدا کرنے والا ایسا ہے جو مخلوق کی جنس سے نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ تمام لوگ مل کر مخلوق میں چھوٹی سے چھوٹی چیز (مثلاً چیونٹی) بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے، جب وہ اس چھوٹی سے چھوٹی چیز کے بنانے سے عاجز ہیں تو بڑی بڑی چیزوں کے بنانے سے تو بدرجہ اولیٰ عاجز ہوں گے اور نہیں بنا سکیں گے۔ تو معلوم ہو گیا کہ مخلوقات (یعنی موجودات) کو پیدا کرنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے کوئی اور نہیں ہے۔ اسی معنی کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی رہنمائی فرمائی ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْــٴًـا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ ہرگز ایک مکھی (بھی) پیدا نہیں کر سکیں گے اگرچہ سب اس کیلئے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں گے۔ (پارہ 17، سورۃ الحج، آیت 73)۔

تمام مخلوقات کو بنانے میں وہ اکیلا ہے اس بات کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ

ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے اور سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگایا تو ضرور کہیں گے: ” اللہ نے “۔ (پارہ 21، سورۃ العنکبوت، آیت 61)۔

دوسری بحث: انبیاءِ کرام کے اخبار سے وجودِ باری تعالیٰ پر استدلال کرنا۔

جان لو کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام نے مخلوق کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ان کے ہاتھ پر ایسے معجزات ظاہر ہوئے جن کی مثل لانے سے انسان عاجز آ گئے، جیسے چٹان سے اونٹنی نکالنا، لاٹھی کا سانپ بن جانا، مردوں کو زندہ کرنا، چاند کے دو ٹکڑے کرنا اور انگلیوں سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا وغیرہ۔ یہ ایسے معجزات ہیں جو انبیاءِ کرام علیہم السلام کے سچے ہونے پر دلالت کرتے ہیں، جب انبیاءِ کرام علیہم السلام سچے ہیں تو جس معبود پر انہوں نے ایمان لانے کی دعوت دی اور جو کچھ اس کے بارے میں بتایا ان سب پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔

اب ہوا یہ کہ کچھ لوگ انبیاءِ کرام علیہم السلام پر ایمان لے آئے اور کچھ لوگوں نے اُن کی تکذیب کی، تو جنہوں نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جھٹلایا ان لوگوں کو ایسے طریقے سے ہلاک کیا گیا جن پر اللہ کے علاوہ کسی کو بھی قدرت نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ

ترجمہ کنزالعرفان: ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور ان میں کسی کو خوفناک آواز نے پکڑ لیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا۔ (پارہ 20، سورۃ العنکبوت، آیت 40)۔

حالانکہ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور جو ان پر ایمان لائے ان کو اللہ پاک نے اس عذاب سے نجات دی، جیسا کہ وہ ارشاد فرماتا ہے: ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

ترجمہ کنزالعرفان: پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے۔ (پارہ 11، سورہ یونس، آیت 103)۔

پس یہ سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو کچھ انبیاءِ کرام علیہم السلام نے فرمایا ہے وہ سچ ہے اور جس رب پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے وہ حق ہے۔ اللہ پاک نے بھی اس بات کی طرف تنبیہ فرمائی ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ (۴۲) وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ (۴۳) وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ (۴۴)۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود تکذیب کر چکے ہیں۔ اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم۔ اور مدین والے اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا تو میرا عذاب کیسا ہوا؟۔(پارہ 17، سورۃ الحج، آیت 42-44)۔

قرآن پاک میں جتنی بھی انبیاءِ کرام علیہم السلام کی خبریں وارد ہوئی ہیں وہ اسی بات کا فائدہ دیتی ہیں کہ اللہ پاک موجود ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور یہ قرآنِ پاک میں کثیر مقامات پر ہے۔

فرعون کے جادوگروں کا اس وقت اللہ پر ایمان لانا جب انہوں نے حضرتِ سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ دیکھا تو یہ واقعہ بھی اس مسلک کے سچے ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اعتراض: اگر یہ کہا جائے کہ اخبارِ انبیاء تو شارع کی خبر دینے سے ہی معلوم ہوتی ہیں، تو پھر جو شریعت کا ہی انکار کرتا ہے آپ اس پر کیسے حجت قائم کر سکتے ہیں؟

اس سوال کے دو جوابات ہیں۔

پہلا جواب: انبیاءِ کرام علیہم السلام کے معجزات اور جنہوں نے ان کو جھٹلایا ان کا ہلاک ہونا ہمیں شرعی طور پر معلوم ہے، اور یہ ایسے امور میں سے ہے جو کہ مخفی نہیں ہیں، اللہ پاک نے قرآن پاک اور اس سے پہلے جو کتابیں نازل کیں ان میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہے، اس کو لوگوں نے اہلِ کتاب، حکماء، مؤرخین اور شعراء سے بھی خبرِ مشہور کے طور پر نقل کیا ہے۔

اس کے آثار بھی ظاہر ہیں جن کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ(۱۱)۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم فرمادو: زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟۔(پارہ07، سورۃ الانعام، آیت 11)۔

تو جو شریعت کا انکار کرتا ہے اور جو انکار نہیں کرتا اس پر حجت قائم ہو گئی۔

دوسرا جواب: عنقریب ہم ایسے قطعی دلائل ذکر کریں گے جو کہ شارع کے سچا ہونے پر دلالت کرتے ہیں، تو جو انبیاءِ کرام علیہم السلام نے خبریں دیں اس پر ایمان لانا واجب ہو گیا اور ہمارا استدلال کرنا درست ہوا۔

تیسری بحث: اللہ تعالیٰ کے وجود پر فطرۃِ سلیمہ بھی گواہی دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود پر عقل بھی واضح طور پر دلالت کرتی ہے؛ کیونکہ انسان غور وفکر کرے تو اس کو محسوس ہوگا کہ وہ عبودیت کی طرف (یعنی بندہ ہونے کی طرف) محتاج ہے اور قہر ربوبیت کے تحت ہے لہذا اب وہ جان لے گا کہ اس مملکتِ عظیمہ کے لئے ایک عظیم بادشاہ ہونا اور اس پختہ تدبیر کے لئے مدبرِ حکیم ضروری ہے.

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: تو ہر باطل سے الگ ہو کر اپنا چہرہ اللہ کی اطاعت کیلئے سیدھا رکھو۔ (یہ) اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت (ہے) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ (پارہ 21، سورۃ الروم، آیت 30)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ"

ترجمہ: ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ (صحیح البخاري في كتاب الجنائز، باب ماقيل في أولاد المشركين، جلد 02، صفحہ 94، مطبوعہ دار طوق النجاۃ بیروت)۔

اسی معنی کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی رہنمائی فرمائی ہے: وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِىْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ

ترجمہ کنزالعرفان: اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم نے گواہی دی۔ (پارہ 09، سورۃ الاعراف، آیت 172)۔

لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کی معرفت پر پیدا کئے گئے ہیں اسی وجہ سے انبیاءِ کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں سے کہا: اَفِى اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: کیا اس اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ (پارہ 13، سورہ ابراھیم، آیت 10)۔

اگر کوئی اس احساس سے حالتِ خوشحالی میں غافل ہوتا ہے تو حالتِ تنگی ومصیبت میں اسی کی طرف لوٹ آتا ہے اور اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔ (پارہ 21، سورۃ الروم، آیت 33)۔

فصلِ ثانی

توحید کے بارے میں ہے اور ہمارے قول "لا الہ الا اللہ" کا بھی یہی مطلب ہے۔

سوال: اس عقیدے پر کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں؟

جواب: جان لو کہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود (یعنی عبادت کے لائق) نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے برابر کوئی نہیں، وہ کسی کا باپ نہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی اس کی کوئی زوجہ (یعنی بیوی) ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۟ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۟ لَمْ یَلِدْ ۙ۬ وَ لَمْ یُوْلَدْ ۟ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۟۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم فرماؤ: وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنم دیا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور کوئی اس کے برابر نہیں۔(پارہ30، سورۃ الاخلاص)۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے واحد (یعنی ایک) ہونے پر کثیر دلائل ہیں، قرآن پاک نے بھی اس طرف رہنمائی فرمائی ہے، پس جب اللہ تعالیٰ نے توحید (یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ایک ہونے) کو بیان کر دیا تو ایک مسلمان کے لئے اس کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی، لیکن ہم یہاں توحیدِ باری تعالیٰ پر چار دلائل ذکر کرتے ہیں۔

پہلی دلیل: ہر شے مخلوق ہے تو اس کو پیدا کرنے والا ایک ہی ہو گا؛ کیونکہ ایک کام دو فاعلوں سے صادر نہیں ہوتا لہذا ثابت ہو گیا کہ تمام مخلوق کو پیدا کرنے والا ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

اسی معنی کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی رہنمائی فرمائی ہے: قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِیْ مَا ذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم فرماؤ: بھلا اپنے وہ شریک تو بتلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کونسا حصہ بنایا ہے یا آسمانوں میں ان کی کوئی شرکت ہے۔(پارہ22، سورۃ الفاطر، آیت 40)۔

دوسری دلیل: ہم یہ بات دلیل سے ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام چیزیں مُحدَث (یعنی بعد میں وجود میں آئیں) ہیں، مخلوق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ لہذا جو بھی مخلوق میں شامل ہے وہ اب مخلوق کا خالق

نہیں ہو سکتا، نہ اس کے ہم مثل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے مثل کی مثل ہو سکتا ہے؛ کیونکہ وہ اس کے بندے ہیں، جس طرح چاہا اسی طرح ان کو پیدا کیا، اور جب چاہتا ہے (شرکشی ونافرمانی) کی وجہ سے ہلاک فرما دیتا ہے۔

اسی معنی کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی رہنمائی فرمائی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں۔ (پارہ09، سورۃالاعراف، آیت 194)۔

تیسری دلیل: اگر ہم دو معبود فرض کر لیں تو جب ان میں سے کوئی ایک کسی شخص کو موت دینے کا ارادہ کرے اور دوسرا زندہ رکھنے کا ارادہ کرے یا پھر ایک اس کے جسم کو حرکت دینے کا ارادہ کرے اور دوسرا ساکن رکھنے کا (اس کے جسم کو حرکت نہ دینے کا) ارادہ کرے، تو اب یہ تین صورتوں سے خالی نہیں ہو گا۔

(۱) ان میں سے ہر ایک کا ارادہ نافذ ہو جائے، یہ محال ہے؛ کیونکہ ایک ہی شخص زندہ بھی ہو اور مردہ بھی ہو، یا پھر ساکن بھی ہو اور متحرک بھی ہو تو ایسا نہیں ہو سکتا۔

(۲) ان میں سے کسی کا بھی ارادہ نافذ نہ ہو تو یہ ان دونوں کے عاجز وناقص ہونے کی طرف لے جائے گا، اور یہ بھی محال ہے کیونکہ ایک شخص یا تو زندہ ہو گا یا مردہ، یا پھر ساکن ہو گا یا متحرک۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے کچھ بھی نہ ہو۔

(۳) یا پھر ان میں سے کسی ایک کا ارادہ نافذ ہو گا اور دوسرے کا نہیں ہو گا، پس جس کا ارادہ نافذ ہو گا وہ خدا ہو گا اور جس کا ارادہ نافذ نہیں ہو گا وہ خدا نہیں ہو گا؛ کیونکہ وہ مغلوب ومقہور ہو گا۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ معبود صرف ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی معنی کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی رہنمائی فرمائی ہے: لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ضرور آسمان وزمین تباہ ہو جاتے۔ (پارہ 17، سورۃ الانبیاء، آیت 22)۔

چوتھی دلیل: اگر ہم دو معبود فرض کر لیں تو ان میں سے ہر ایک علیحدہ طور اپنی مخلوق کو پیدا کرے گا اور ان میں سے ہر ایک کی مخلوق دوسرے سے الگ ہو گی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تمام کی تمام مخلوق ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہے (وہ اس طرح کہ تمام انسان اور حیوان زمین سے نکلی ہوئی چیزیں کھاتے ہیں، چاند اور سورج آسمان پر ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ چل رہے ہیں، ان سے انسانوں کو پھلوں کے پکنے اور رات دن کے آنے سے فائدہ بھی پہنچتا ہے) اور ایک بہترین وعمدہ نظام کے تحت چل رہی ہے، یہ سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مخلوق کو پیدا کرنے والا، اس کا مالک اور اس کو چلانے والا ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

پھر جب یہ ممکن نہیں کہ ایک ملک میں دو بادشاہ حکومت کریں تو یہ دنیا جو انتظام اور باہمی ربط میں ایک شہر کی مانند ہے، اس کے لئے بھی دو خدا نہیں ہو سکتے، صرف ایک خدا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍؕ

ترجمہ کنزالعرفان: اللہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ان میں سے ایک دوسرے پر بڑائی و غلبہ چاہتا۔ (پارہ 18، سورۃ المؤمنون، آیت، 91)۔

مسئلۃ الرد فی النصاریٰ

عیسائیوں کے رد کے بارے میں فصل

جان لو کہ عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں اور اس کے رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ان کی والدہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے بغیر باپ کے پیدا کیا، آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں ایسے معجزات ظاہر ہوئے جو آپ کی نبوت ورسالت کے سچے ہونے کی گواہی دیتے ہیں، جیسے پنگھوڑے میں کلام کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ، یہ سب آپ نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے کیا۔ اور یہ وہی معجزات ہیں جن کو قرآنِ پاک میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

عیسائیوں نے (اللہ ان کو غارت کرے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو سے کام لیا اور ایسے قبیح کفر بکے کہ جن کو عقلیں قبول نہیں کرتیں اور نہ ہی دیگر اقوام ان کفریات پر راضی ہوتی ہیں، حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اپنے کفر اور باطل عقیدوں سے رجوع کرنے کی دعوت دی، جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ٘ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ۫ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا۠ (۱۷۱) لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَ مَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا (۱۷۲)۔

ترجمہ کنزالعرفان: کتاب والو! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر سچ کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ بیشک مسیح، مریم کا بیٹا عیسیٰ صرف اللہ کا رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک خاص روح ہے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو (کہ معبود) تین ہیں۔ (اِس سے) باز رہو، (یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ ہی ایک معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۔ نہ تو مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ عار کرتا ہے اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔ (پارہ 06، سورۃ النساء، آیت 171-172)۔

اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عیسائیوں کو مباھلہ کی طرف بلایا لیکن ان کو معلوم تھا کہ وہ حق پر نہیں ہیں اور اپنے اوپر عذاب کے نازل ہونے کا خوف کیا اور مباھلہ کرنے نہ آئے، (بلکہ اس وجہ سے جزیہ دینے پر راضی ہو گئے) اور جسے اللہ پاک نے توفیق دی وہ اسلام لے آئے جیسا کہ نجاشی وغیرہ۔

عیسائیوں کو ضَآلِّیْنَ کہنے کی وجہ:

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف عقیدے رکھے کیونکہ ان کو حقیقتِ حال کا علم ہی نہیں تھا اور نہ ہی ایسی کوئی دلیل تھی جس پر اعتقاد رکھا جائے، پس انہوں نے غیر معتبر شخص سے اپنے دینِ فاسد کو لے لیا اور اس کی بنیاد ایسے جھوٹے اور منگھڑت امور پر رکھی جو کہ درست نہ تھے، اسی وجہ سے اللہ پاک نے ان کو ضَآلِّیْنَ کہا۔

عیسائیوں کے عقائد:

(۰۱) ان میں سے کسی نے یہ عقیدہ رکھا اور کہا: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں معاذاللہ“ جیسا کہ ان کے اس قول کو اللہ تعالیٰ نے حکایت فرمایا: وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ

ترجمہ کنزالعرفان: اور مشرکوں نے کہا: اللہ نے اپنے لئے اولاد بنا رکھی ہے۔(پارہ 01، سورۃ البقرہ، آیت، 116)۔

(۰۲) ان میں سے کسی نے یہ عقیدہ رکھا اور کہا: ”بے شک اللہ ہی عیسیٰ ہے معاذاللہ“۔ جیسا کہ ان کے اس قول کو اللہ تعالیٰ نے حکایت فرمایا: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح بن مریم ہے۔(پارہ 06، سورۃ المائدہ، آیت، 17)۔

(۰۳) ان میں سے کسی نے تثلیث کا عقیدہ رکھا (یعنی کہ اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے)، جیسا کہ ان کے اس قول کو اللہ تعالیٰ نے حکایت فرمایا: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: بیشک اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے۔(پارہ 06، سورۃ المائدہ، آیت، 73)۔ حالانکہ وہ ان سب باتوں سے پاک اور منزہ ہے۔

عیسائیوں کے عقائد کا رد:

عیسائیوں کے اس قول: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں معاذاللہ" کو ہم چار دلیلوں سے باطل کریں گے۔

پہلی دلیل: عیسائیوں نے یہ بات اس وجہ سے کہی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے لہذا انہوں نے سوچا کہ جو بغیر باپ کے پیدا ہو گا وہ خدا کا بیٹا ہو گا، حالانکہ اللہ پاک تو اس بات پر قادر ہے وہ بغیر باپ کے بیٹے کو پیدا کر دے جیسا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر دیا (حالانکہ حضرتِ آدم علیہ السلام کو کوئی بھی خدا کا بیٹا نہیں مانتا، تو اسی طرح حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے بیٹے نہیں ہیں)۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان کا بھی یہی مطلب ہے: اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے جسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا: "ہو جا" تو وہ فوراً ہو گیا۔ (پارہ 03، سورۃ آل عمران، آیت، 59)۔

دوسری دلیل: بیٹے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ باپ کی جنس سے ہو اور زوجہ کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ شوہر کی جنس سے ہو (تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا) خدا کی جنس سے ہیں) حالانکہ اس کی مثل ہی کوئی نہیں ہے، (جیسا کہ ہم ماقبل میں دلائل سے بیان کر چکے ہیں) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا بنی آدم (انسانوں) کی جنس میں سے ہیں، اور جو انسانوں کی جنس سے ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا تو ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تبارک و تعالیٰ کے بیٹے نہیں ہیں اور ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اللہ تبارک و تعالیٰ کی زوجہ نہیں ہیں (بلکہ اس کے بندے ہیں)۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان کا بھی یہی مطلب ہے: مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ ؕ كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ ۔

ترجمہ کنزالعرفان: مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (بہت سچی) ہے۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ (پارہ 06، سورۃ المائدہ، آیت، 75)۔

تیسری دلیل: زوجہ اور اولاد کی ان کی طرف حاجت کی وجہ سے اختیار کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کو کسی کی حاجت ہو (کیونکہ جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہوتا)۔ لہٰذا اللہ پاک کی نہ ہی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی زوجہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان کا بھی یہی مطلب ہے: قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِیُّ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: (کافروں نے) کہا: اللہ نے اپنے لیے اولاد بنا رکھی ہے۔ وہ پاک ہے، وہی بے نیاز ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ (پارہ ۱۱، سورہ یونس، آیت، ۶۸)۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو کچھ بھی اس عالم میں ہے وہ اس کی مخلوق ہے؛ کیونکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو وجود میں لایا ہے، تو لہٰذا اس کی اولاد کوئی نہیں ہو سکتی۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا (۹۲) ؕ اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (۹۳) ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔ آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب رحمٰن کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔ (پارہ ۱۶، سورہ مریم، آیت، ۹۲-۹۳)۔

عیسائیوں کے اس قول: "بے شک اللہ ہی عیسیٰ ہے معاذ اللہ"، اس کو بھی ہم چار دلیلوں سے باطل کریں گے۔

پہلی دلیل: بے شک حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور جو عابد ہوتا ہے (یعنی عبادت کرتا ہے) وہ معبود (یعنی خدا) نہیں ہو سکتا۔

دوسری دلیل: آپ کو بھوک پیاس لگتی تھی اور آپ کھاتے، پیتے تھے، آپ علیہ السلام سوتے بھی

تھے اور آپ پر بشری امور بھی جاری ہوتے تھے، حالانکہ یہ سب تو اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہیں (کیونکہ اس سے خدا کا ان چیزوں کی طرف محتاج ہونا لازم آئے گا اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا)۔

تیسری دلیل: عیسائیوں کا یہ گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دے کر شہید کیا گیا، حالانکہ یہ ان کے عقیدے "بے شک اللہ ہی عیسیٰ ہے معاذاللہ"۔ کے خلاف ہے؛ کیونکہ خدا تو وہ ہے جو زندہ ہے اور اس کو موت نہیں آتی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ عیسائیوں کا عقیدہ باطل ہے۔

عیسائیوں کے عقیدے کی بنیاد جھوٹ پر ہے:

عیسائی اپنے اس قول "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دے کر شہید کیا گیا" میں جھوٹے ہیں؛ کیونکہ انہوں نے یہ عقیدہ یہودیوں کے جھوٹ و بہتان سے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان (یہودیوں) کے لئے (عیسیٰ سے) ملتا جلتا (ایک آدمی) بنا دیا گیا۔ (پارہ ۰۶، سورۃ المائدہ، آیت، ۱۵۷)۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے: اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ

ترجمہ کنزالعرفان: یاد کرو جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ (پارہ ۰۳، سورہ آل عمران، آیت، ۵۵)۔

پھر انہوں نے اپنے اسی جھوٹے عقیدے پر صلیب کی عبادت کی بنیاد رکھی تو یہ بھی باطل ہوا، لہٰذا ظاہر ہو گیا کہ ان کا دین باطل (یعنی صلیب کی عبادت) پر مبنی ہے جو کہ ایک اور باطل (یعنی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دے کر شہید کیا گیا) پر مبنی ہے جو کہ ایک اور باطل (یعنی یہودیوں کی کذب بیانی وافتراء) پر مبنی ہے۔

چوتھی دلیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھوٹے بچے تھے پھر بڑے ہوئے حالانکہ یہ سب باتیں اللہ

تعالیٰ کے لئے محال ہیں۔

بہر حال جنہوں نے کہا: "یعنی کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے، اس کو ہم تین دلیلوں سے باطل کریں گے۔

پہلی دلیل: وہی دلائل جن کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دو معبودوں کا ہونا محال ہے۔(تفصیل کے لئے صفحہ نمبر کا مطالعہ کریں)۔

دوسری دلیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنھا دونوں اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے اور روزے رکھا کرتے تھے، اگر وہ بھی معبود(یعنی خدا) ہوتے تو وہ کسی دوسرے کی عبادت نہ کرتے (کیونکہ خدا معبود ہوتا ہے یعنی اس کی عبادت کی جاتی ہے وہ کسی کی عبادت نہیں کرتا)،

اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بندہ ہونے کا بھی اعتراف کر چکے ہیں جو کہ ان کے پاس موجود انجیل میں بھی ہے اس کے باوجود بھی وہ ان کو خدا مانتے ہیں جو کہ باطل ہے۔

اللہ پاک نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: وَ قَالَ الۡمَسِیۡحُ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیۡ وَ رَبَّکُمۡ ؕ

ترجمہ کنز العرفان: حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔(پارہ ۰٦، سورۃ المائدہ، آیت ۷۲)۔

تیسری دلیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنھا بھی پر بشری امور جاری ہوتے تھے۔ حالانکہ یہ خدا کے لئے محال ہے۔

مسئلة الرد علیٰ عبدة الاصنام

بتوں کی پوجا کرنے والوں کے رد کے بارے میں فصل

بتوں کی پوجا کرنے والوں کے دین کو ہم چار دلیلوں سے باطل کریں گے۔

پہلی دلیل: بت محدَث ہیں (یعنی کہ ان کو عدم سے وجود میں لایا گیا ہے)؛ کیونکہ پجاری (بتوں کی پوجا کرنے والے) ان بتوں کو اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں۔ اور جو محدث ہوتا ہے وہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا (جیسا کہ ہم ماقبل میں بیان کر چکے) اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنے اس قول سے تنبیہ فرمائی: قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (۹۵) وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ (۹۶)

ترجمہ کنزالعرفان: فرمایا: کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو؟ اور اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ (پارہ ۲۳، سورۃ الصّٰفّٰت، آیت، ۹۵-۹۶)۔

دوسری دلیل: بت ربّانی صفات یعنی حیاۃ، علم اور قدرت وغیرہ سے متصف نہیں ہیں (یعنی ان میں خدا کی صفات نہیں پائی جاتیں تو یہ خدا کہاں سے ہو گئے؟) اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا سے کہا: اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا (۴۲)

ترجمہ کنزالعرفان: جب اپنے باپ سے فرمایا: اے میرے باپ! تم کیوں ایسے کی عبادت کر رہے ہو جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ (پارہ ۱۶، سورہ مریم، آیت، ۴۲)۔

تیسری دلیل: ان بتوں پر فناء و ذلت طاری ہوتی ہے (اور جو فناء ہو، ذلیل و رسوا ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا تو پھر یہ بت کیسے خدا بن گئے؟)، کیا تو نہیں دیکھتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا تاکہ اپنی قوم کو دلیل سے سمجھا سکیں۔

فتح مکہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ بتوں کو سیسے کو پگھلا کر اس سے باندھا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ میں موجود چھڑی سے ان بتوں کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے: "جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا "یعنی حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بھی بت کے چہرے کی طرف اشارہ کرتے تو گدی کے بل گر جاتا اور جس کی گدی کی طرف اشارہ کرتے تو وہ سر کے بل گر جاتا، یہاں تک کہ کوئی بھی بت باقی نہ بچا۔

چوتھی دلیل: وہی توحید کے دلائل جن کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (تفصیل کے لئے صفحہ نمبر کا مطالعہ کریں)۔

مسئلۃ فی الرد علی المجوس

مجوسیوں کے رد کے بارے میں فصل

یہ فصل قدریوں کے قول: خیر نور سے ہے اور شر ظلمۃ سے ہے اس کا رد کریں گے اور سورج، چاند یا ان جیسی دوسری چیزوں کی عبادت کرنے والوں کا رد کریں گے۔
ان کے عقائد کو ہم دو دلیلوں سے باطل کریں گے۔

پہلی دلیل: وہی توحید کے دلائل جن کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

دوسری دلیل: سورج، چاند، ستارے، نور، ظلمۃ اور ان کے علاوہ دیگر چیزیں جو بھی ہیں ان میں صنعت کا اثر ہے اور حدوث کے دلائل ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سورج کے غروب ہونے کے بعد اس کے رب نہ ہونے پر دلیل پکڑنے میں غور و فکر کرو تو تم بھی جان جاؤ گے کہ یہ رب نہیں ہیں۔ اور اس میں بھی غور و فکر کرو جو ان پر تغیرات (تبدیلیاں) غروب ہونے کے ساتھ یا کسی اور وجہ سے لاحق ہوتی ہیں تو تمھارے لئے ظاہر ہو گا کہ یہ حادث اور محتاج ہیں اور جو حادث اور محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کسی حادث شے کو پیدا کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ۬ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ)[۱](

ترجمہ کنز العرفان: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور اندھیروں اور نور کو پیدا کیا پھر (بھی) کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ (پارہ ۰۷، سورۃ الانعام، آیت، ۰۱)۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے: لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ)[۲](

ترجمہ کنز العرفان: نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ (پارہ ۲۴، سورہ حٰم السجدہ، آیت، ۳۷)۔

اس سب کے باوجود بھی ان کی باتیں محض دعویٰ ہیں ان پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

۰۸

۰۴

مسئلة فی الرد علی الذین یقولون بتاثیر الطبعیة

طبعیت کے مؤثر ہونے کے قائلوں کے رد کے بارے میں فصل

ان کے عقائد کو ہم دو دلیلوں سے باطل کریں گے۔

پہلی دلیل: طبعیت (ربّانی صفات) حیاۃ، قدرت، اور ارادے سے متصف نہیں ہے لہذا اس کی طرف کسی فعل کی نسبت کرنا بھی درست نہیں ہے۔

دوسری دلیل: اشیاء کا مختلف ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ طبعیت غیر مؤثر ہے کیونکہ طبعیت سے محض ایک ہی قسم کی چیزیں صادر ہوتیں ہیں (جب ایسا نہیں ہے تو طبعیت بھی مؤثر نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کے ان فرامین میں غور وفکر کر: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے مختلف رنگوں والے پھل نکالے۔(پارہ ۲۲، سورہ فاطر، آیت، ۲۷)۔

اور اس فرمانِ مبارک میں بھی غور وفکر کر: یُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: اور زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اگے ہوئے اور الگ الگ اگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر بناتے ہیں۔(پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت، ۰۴)۔

فصلِ ثالث

فی اثباتِ صفات اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کرنے کے بارے میں ہے۔

جان لو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حیّ لایموت ہے (یعنی وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اسے موت نہیں آسکتی)، وہ ہر شے کی ابتداء سے پہلے ہے اور اور شے کے فناء ہونے کے بعد آخری باقی رہنے والا ہے، وہ سب کچھ یہاں تک کہ پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کو جانتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡہِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ؕ﴿۵﴾۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔ (پارہ ۰۳، سورہ آلِ عمران، آیت، ۰۵)۔

وہ ہی کائنات کو بنانے کا ارادہ کرنے والا ہے: فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک تمہارا رب جو چاہتا ہے وہی کرنے والا ہے۔ (پارہ ۱۲، سورہ ھود، آیت، ۱۰۷)۔

ملکوت (یعنی تمام عالم میں) ہر شے اس کی قدرت اور چاہے کے مطابق حرکت کرتی ہے، تو جو وہ چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اور بے شک وہ ہر شئ پر قادر ہے، وہ سمیع وبصیر (یعنی سننے والا اور دیکھنے والا) ہے، ہر چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے۔

ان صفات کو ہم تین دلیلوں سے ثابت کریں گے۔

پہلی دلیل: یہ جو تمام صفات بیان ہوئی ہیں یہ سب عظمت وکمال والی صفات ہیں، اور جو ان کی ضدیں ہیں جیسے کہ جہالت، عاجز ہونا وغیرہ، یہ سب عیب والی صفات ہیں، اور اللہ تعالیٰ عیب والی صفات سے متصف نہیں ہوتا (جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا) لہٰذا واجب ہوا کہ وہ عیب والی صفات سے پاک ہے اور اِن صفاتِ کمالیہ سے متصف ہے۔

اللہ پاک کے اس فرمان میں غور وفکر کرو: وَ یَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰہِ مَا یَکۡرَہُوۡنَ۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اللہ کے لیے وہ ٹھہراتے ہیں جو (خود) ناپسند کرتے ہیں۔ (پارہ ۱۴، سورۃ النحل، آیت، ۶۲)۔

تو ہر وہ صفت جس سے بندہ اپنے لئے ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور ان سے اعلیٰ صفات کے ساتھ موصوف ہے۔ (ہاں البتہ بسا اوقات کچھ صفات ایسی ہوتی ہیں جو بندے کے لئے تو کمال ہوتی ہیں لیکن شانِ باری تعالیٰ کے لئے نقص ہوتی ہیں جیسے عبودیت، تو اللہ تعالیٰ ایسی صفات سے بھی پاک ہے اور بسا اوقات کچھ صفات ایسی ہوتی ہیں جو بندے کے لئے نقص ہوتی ہیں لیکن شانِ باری تعالیٰ کے لئے کمال ہوتی ہیں جیسے تکبر، تو اللہ تعالیٰ ایسی صفات سے متصف ہے۔ کما قال الاستاذی العلامۃ شیخ احمد رضا العطاری)

دوسری دلیل: یہ تمام صفات شریعت میں وارد ہوئے ہیں لہذا ان پر ایمان لانا واجب ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی صفت حیاۃ کے بارے میں فرمایا: وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ

ترجمہ کنزالعرفان: اور اس زندہ پر بھروسہ کرو جو کبھی نہ مرے گا۔ (پارہ ۱۹ سورۃ الفرقان، آیت، ۵۸)۔

اپنی صفتِ علم کے بارے میں فرمایا: وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۲۸۲)

ترجمہ کنزالعرفان: اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (پارہ ۰۳، سورۃ البقرہ، آیت، ۲۸۲)۔

اپنی صفتِ ارادہ کے بارے میں فرمایا: اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (۱۰۷)۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک تمہارا رب جو چاہتا ہے وہی کرنے والا ہے۔ (پارہ ۱۲، سورہ ھود، آیت، ۱۰۷)۔

اپنی صفتِ قدرت کے بارے میں فرمایا: وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۸۴)۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (پارہ ۰۳، سورۃ البقرہ، آیت، ۲۸۴)۔

اپنی صفتِ کلام کے بارے میں فرمایا: وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (۱۶۴)۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔ (پارہ ۰۶، سورۃ النساء، آیت، ۱۶۴)۔

اور اپنی صفتِ سماعت و بصارت کے بارے میں فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ (پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت، ۷۵)۔

اللہ پاک نے اپنی یہ صفات قرآنِ پاک میں کثیر مقامات پر بیان فرمائی ہیں۔

تیسری دلیل: ہر صفت کو اسی کی دلیل سے ثابت کریں گے۔

اس طرح کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مصنوعات محکمۃ الصنعۃ ہیں (یعنی پختہ ہیں) اور اس کی مخلوق متقنۃ الخلقۃ ہے (یعنی مضبوط ہے)۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی (پارہ ۲۱، سورۃ السجدہ، آیت،۰۷)۔

تو مخلوقات میں تصرف کرنا، عالم کو بہترین نظام کے ساتھ چلانا اور زمین و آسمان کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ کی حیات پر دلالت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ۔

ترجمہ کنزالعرفان: دوسروں کو قائم رکھنے (پارہ ۰۳، سورۃ البقرہ، آیت،۲۵۵)۔

قیوم کا مطلب ہے: ہر شے پر قدرت واحاطہ کے اعتبار سے تسلط رکھنے والا۔

ان چیزوں کا اتنے بہترین انداز میں بنانا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ اس پر تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهۡرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیۡرًا (۵۴)

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہی ہے جس نے آدمی کو پانی سے بنایا پھر اس کے (نسلی) رشتے اور سسرالی رشتے بنا دیے اور تمہارا رب بڑی قدرت والا ہے۔ (پارہ ۱۹، سورۃ الحدید، آیت،۰۲)۔

ان چیزوں کا پختہ ہونا اللہ تعالیٰ کے علیم و بصیر ہونے پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: کیا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا؟۔ (پارہ ۲۹، سورۃ الملک، آیت،۱۴)۔

ان چیزوں کا مخصوص شکلوں اور زمانوں کے ساتھ خاص ہونا اس کے مرید (ارادہ کرنے والا) ہونے پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ (۴۹)۔

ترجمہ کنزالعرفان: جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ (پارہ ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت، ۴۹)۔

اور فرماتا ہے: وَ رَبُّكَ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخۡتَارُ ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔ (پارہ ۲۰، سورۃ القصص، آیت،۶۸)۔

اللہ تعالیٰ کا کتب کو نازل کرنا اور کسی چیز کے کرنے کا حکم دینا اور کسی چیز کو کرنے سے روکنا اللہ پاک کے کلام پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاَجِرۡهُ حَتّٰی یَسۡمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو اسے پناہ دو حتّٰی کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت،۰۶)۔

اللہ تعالیٰ کا دعاؤں کا قبول کرنا اس کے سمیع ہونے پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ۔ ترجمہ کنزالعرفان: یا وہ بہتر جو مجبور کی فریاد سنتا ہے جب وہ اسے پکارے۔ (پارہ ۲۰، سورۃ النمل، آیت، ۶۲)۔

(اس کے علاوہ بھی) اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے بہترین نام ہیں اور عظیم صفات ہیں جن کو خود اللہ تعالیٰ نے اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور بہت اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو اسے ان ناموں سے پکارو۔ (پارہ ۰۹، سورۃ الاعراف، آیت، ۱۸۰)۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إنَّ للهِ تسعةً وتسعين اسمًا۔۔۔ من أحصاها دخل الجنَّةَ۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں، جو ان کو یاد کرلے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (صحيح البخاري، جلد ۰۳، صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ دارِ طوق النجاۃ)۔

فصلِ رابع

فی تنزیہ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی ذات سے عیوب کی پاکی کو بیان کرنے کے بارے میں ہے۔

جان لو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ "جس کے لئے عظیم بزرگی اور کمالِ مطلق ہے" وہ ہے جو ہر عیب سے پاک ہے، اور ہر خامی سے بری ہے، اور ہمارے "سبحان اللہ" (یعنی اے اللہ تو پاک ہے) کہنے کا بھی یہی مطلب ہے۔ اور یہ کہ اسے عجز وکوتاہی لاحق نہیں ہوتی؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے اسے عاجز کرسکے۔ (پارہ ۲۲، سورہ فاطر، آیت، ۴۴)۔

اور فرماتا ہے: وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (۳۸)۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہ ہوئی۔ (پارہ ۲۶، سورہ ق، آیت، ۳۸)۔

وہ نہ غافل ہوتا ہے اور نہ ہی سوتا ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ

ترجمہ کنزالعرفان: اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ (پارہ ۰۳، سورۃ البقرہ، آیت، ۲۵۵)۔

اس پر خطاونسیان جاری نہیں ہوتی؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَى (۵۲)۔

ترجمہ کنزالعرفان: میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ (پارہ ۱۶، سورہ طہ، آیت، ۵۲)۔

اور یہ کہ وہ تمام احکام وافعال میں عدل کرنے والا ہے، ظلم وزیادتی بالکل نہیں کرتا۔

ہر نعمت اس کی طرف سے فضل ہے، اور ہر برائی کا بدلہ اس کی طرف سے عدل ہے؛ کیونکہ وہ ہر شے کا مالک ہے، مالک جو چاہے اپنی ملک میں کرسکتا ہے، اور جس طرح چاہے اپنے بندوں میں تصرف کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا یُسْـٴَـلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـٴَـلُوْنَ (۲۳)۔

ترجمہ کنزالعرفان: اللہ سے اس کام کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا جو وہ کرتا ہے اور لوگوں سے سوال کیا جائے۔(پارہ۱۷،سورۃ الانبیاء، آیت،۲۳)۔

اللہ تعالیٰ کسی شے کے مشابہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی شے اس کے مشابہ ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ‌ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ‏ (۱۱)۔

ترجمہ کنزالعرفان: اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔(پارہ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت، ۱۱)۔

☆**تنبیہ اور نصیحت:**

جان لو کہ قرآن و حدیث میں ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں جن کا ظاہر تشبیہ کا وہم ڈالتا ہے،

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى (۵)۔

ترجمہ کنزالعرفان: اس نے عرش پر اِستواء فرمایا۔(پارہ۱۶، سورہ طہ، آیت،۰۵)۔ حدیثِ نزول اور اس کے علاوہ بھی ایسے الفاظ ہیں (جن کا ظاہر تشبیہ کا وہم ڈالتا ہے)۔ پس بندے پر لازم ہے کہ وہ ان الفاظ پر بغیر تشبیہ و تعطیل و تاویل کے ایمان لے آئے، اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمادے، اور کہے: {آمنت بما قال اللہ تعالی، وبما قال رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بالمعنی الذي أرادہ اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، واللہ ورسولہ اعلم}. یعنی جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور جس معنی کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مراد لیا اسی معنی پر میں ایمان لاتا ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔

یہ جو ماننے کا طریقہ ہے یہ سلامتی کی طرف لے کر جاتا ہے، اور جو اس سے متصف ہو اس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے اس فرمان سے تعریف بیان کی ہے: وَالرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ يَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖۙ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا‌ۚ۔ ترجمہ کنزالعرفان: اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔(پارہ۰۳، سورہ آلِ عمران، آیت،۰۷)۔

اسی عقیدے پر صحابہ کرام اور تابعینِ عظام تھے، اور اسی عقیدے پر ائمہ مسلمین جیسا کہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، حضرت سفیان ثوری، ابنِ مبارک اور ان کے علاوہ وہ ائمہ مسلمین جن کی اقتداء کرنا، اور جن کے طریقے کی پیروی کرنا واجب ہے وہ بھی تھے۔

دوسرے قاعدے میں انبیاء، ملائکہ، ائمہ عظام اور صحابہ کرام کے بارے میں کلام ہے۔

اور اس میں چار فصلیں ہیں۔

فصلِ اول: نبوت کو ثابت کرنے کے بارے میں ہے۔

فصلِ ثانی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبوت کو ثابت کرنے کے بارے میں ہے۔

فصلِ ثالث: ملائکہ کے بارے میں ہے۔

فصلِ رابع: ائمہ عظام اور صحابہ کرام کے بارے میں ہے۔

فصلِ اول

فی اثباتِ النبوات

نبوت کو ثابت کرنے کے بارے میں ہے۔

جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام کو مبعوث فرمایا، رسولوں کو مخلوق کی طرف بھیجا، ان پر کتب نازل کیں، ان کو تمام لوگوں پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے، اور کچھ وہ ہیں جن کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود نہیں، ان میں سب سے پہلے ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام ہیں اور ان میں سب سے آخری ہمارے پیارے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علیہم اجمعین ہیں۔

ان کے دعویٰ نبوت کے سچے ہونے پر ان کے ہاتھوں ظاہر ہونے والے معجزات دلالت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ۔

ترجمہ کنز العرفان: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا۔ (پارہ ۲۷، سورۃ الحدید، آیت ۲۵)۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: {مامن ... من نبیّ، إلا وقد أُعطی من الآیات ما مثلُه آمن عَلیہ البشرُ}. یعنی جتنے بھی انبیاءِ کرام تشریف لائے ہیں ان کو اللہ پاک نے ایسی نشانیاں عطا فرمائی ہیں جن پر لوگ ایمان لے آتے ہیں۔ (صحیح البخاري، جلد ۰۹، صفحہ ۹۳، مطبوعہ دار طوق النجاۃ بیروت)۔

جان لو کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے میں کئی حکمتیں ہیں ان میں سے تین یہ ہیں:

پہلی حکمت: لوگوں کی عقلیں مختلف ہیں، ان کے مذاھب مختلف ہیں (تو اس وجہ سے ان میں اختلافات بھی پیدا ہو جاتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ ان کے درمیان ہونے والے اختلاف میں حق کا فیصلہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ۔

ترجمہ کنز العرفان: تمام لوگ ایک دین پر تھے تو اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سناتے ہوئے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلافات میں فیصلہ کر دیں۔ (پارہ ۰۲، سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۳)۔

دوسری حکمت: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تاکہ وہ اس کی عبادت کریں، اور ان کے لئے کچھ کاموں کے کرنے اور نہ کرنے کے قوانین مقرر فرمائے تاکہ وہ ان کے مطابق زندگی گزاریں، اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کو اپنے اور ان لوگوں کے درمیان واسطہ بنایا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دے کہ کیا اللہ پاک نے ان کے لئے مقرر فرمایا ہے، اگر اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو مبعوث نہ کرتا تو تمام لوگ گمراہ ہو جاتے اور ان کو پتہ ہی نہ ہوتا کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اور وہ یہ بھی نہ جانتے کہ کونسا کام کرنا ہے اور کونسا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور ہم رسولوں کو اسی حال میں بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے ہوتے ہیں۔ (پارہ ۰۷، سورۃ الانعام، آیت ۴۸)۔

اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوقات پر رسولوں کی اطاعت کرنا فرض قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے ۔ (پارہ ۰۵، سورۃ النساء، آیت ۶۴)۔

تیسری حکمت: اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ مخلوق پر حجت قائم کر دے اور ان کے اعذار ختم کر دے (یعنی وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں تو تیرا پیغام ملا ہی نہیں تھا تو ہم کیسے تیری اطاعت کرتے؟)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (۱۵)۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔ (پارہ ۱۵، سورۃ الاسراء، آیت ۱۵)۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ آخرت میں ارشاد فرمائے گا: یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر میری آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے آج کے اس دن کی حاضری سے ڈراتے تھے؟۔ (پارہ ۰۸، سورۃ الانعام، آیت ۱۳۰)۔

فصلِ ثانی

فی اثبات نبوۃ خاتم المرسلین و خیر الاولین والآخرین رحمۃً للعالمین ابی القاسم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم النبی الامی العربی القرشی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبارک وترحم وشرف وکرم

خاتم النبین، سید المرسلین، خیر الاولین والآخرین، رحمۃ اللعالمین، ابو القاسم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم، النبی، الامی، العربی، القرشی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبارک وترحم وشرف وکرم کی نبوت کو ثابت کرنے کے بارے میں ہے۔

جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عرب و عجم کے تمام لوگ اور جنوں کی طرف بھیجا، اور تمام مخلوق پر آپ کے دین یعنی دینِ اسلام میں داخل ہونے کو واجب قرار دیا، اور وہ اب اس کے علاوہ کسی دین کو قبول نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دین سے بقیہ دینوں کو منسوخ کر دیا، اور بقیہ تمام شریعتوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت سے مکمل کر دیا (یعنی ختم کر دیا)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعاً۔ ترجمہ کنزالعرفان: تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ (پارہ ۰۸، سورۃ الاعراف، آیت، ۱۵۸)۔ اور فرمایا:

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ(۸۵)۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ (پارہ ۰۳، سورہ آلِ عمران، آیت، ۸۵)۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے درست ہونے پر کثیر دلائل ہیں، ہم ان دلائل کو پانچ اقسام میں بیان کریں گے:

پہلی قسم: قرآن مجید جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا: لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ(۴۲)۔

ترجمہ کنزالعرفان: باطل اس کے سامنے اور اس کے پیچھے (کسی طرف) سے بھی اس کے پاس نہیں آسکتا۔(وہ قرآن) اس کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جو حکمت والا، تعریف کے لائق۔(پارہ ۲۴، سورہ حم السجدہ، آیت ۴۲)۔

قرآن پاک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے درست ہونے پر دس وجوہ سے دلالت کرتا ہے:

وجہ اول: قرآنِ پاک کی فصاحت وجزالت (فصیح ومختصر ہونا) اس کو دیگر دوسرے کلاموں سے جدا کر دیتا ہے، اور اہلِ عرب میں سے جس نے بھی اس کو سنا اس نے اس بات کا اعتراف کیا، اسی طرح آیات کے آخر میں اس کی بہترین ترتیب، اور حسنِ تالیف بھی اس کو دیگر دوسرے کلاموں سے جدا کر دیتا ہے۔ اور بعض علماءِ کرام نے تو اس کے الفاظوں کو بھی الگ وجہ شمار کیا ہے۔

وجہ ثانی: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مخلوق کو قرآن کی مثل لانے کی دعوت دی، تو وہ اس سے عاجز آگئے اور اس کی مثل نہ لا سکے، حالانکہ قرآن کے معارض لانے پر ان کے پاس کثیر اسباب تھے، وہ قرآن کو جھٹلانے پر حریص بھی تھے، اور اپنے زمانے کے فصحاءِ عرب میں سے بھی تھے لیکن اس کے باوجود بھی وہ کچھ نہ لا سکے، اگر وہ اس پر قادر ہوتے تو ضرور لے آتے اور قتال کرنے، بچوں کو قید کرنے اور مالوں کو لوٹنے پر راضی نہ ہوتے۔ یہ سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان اس قرآن کے مثل لانے پر قادر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(۲۳)۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں کوئی شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو تم اس جیسی ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے سب مددگاروں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

(پارہ ۰۱، سورۃ البقرہ، آیت، ۲۳)۔

اللہ پاک نے خبر دی کہ وہ اس پر قادر نہیں ہے۔ پس ارشاد فرمایا: قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (۸۸)۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار۔ (پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت، ۸۸)۔

وجہ ثالث: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنِ پاک کے ذریعے جو گزشتہ اقوام کی خبریں دیں اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کی حکایات کے بارے میں بتایا یہ وہ خبریں ہیں جن کے ذریعے بغیر وحی کے جانا نہیں جاسکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا۔

ترجمہ کنزالعرفان: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم انہیں جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم جانتی تھی۔ (پارہ ۱۲، سورہ ھود، آیت، ۴۹)۔

وجہ رابع: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کے ذریعے جو غیب کی وہ خبریں دیں جو ابھی تک ہوئیں بھی نہیں تھیں پھر وہ بعد میں ویسے ہی ہوئیں جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖۙ۔

ترجمہ کنزالعرفان: تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔ (پارہ ۱۰، سورہ توبہ، آیت، ۳۳)۔

اور فرمایا: لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے۔ (پارہ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت، ۲۷)۔

اور اس کے علاوہ بھی کئی آیات ہیں، اسی طرح جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی چھپی ہوئی اور دل کی باتیں بتائیں، وہ بھی ویسے ہی واقع ہوئیں جیسی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنِ پاک کے ذریعے ارشاد فرمائی تھیں۔

وجہ خامس: قرآن پاک میں جو عقائدِ دین کا علم ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، احوالِ آخرت، اور اس پر بیان کئے گئے دلائل، اور جو لوگوں کے مختلف دلائل کا رد کیا گیا ہے، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ادراک سے عقلیں عاجز ہیں اور ان تک بغیر وحی کے پہنچا نہیں جا سکتا۔

وجہ سادس: جو اس میں حلال و حرام کے احکام بیان ہوئے، اور اخلاقِ حسنہ جن میں دین و دنیا کی بھلائیاں ہیں، ان کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔

وجہ سابع: قرآنِ پاک کا تبدّل و تغیر سے محفوظ ہونا بر خلاف دیگر کتب کے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ(۹)۔

ترجمہ کنز العرفان: بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (پارہ ۱۴، سورۃ الحجر، آیت، ۰۹)۔

وجہ ثامن: قرآنِ پاک کا حفظ کرنا آسان ہے جیسا کہ مشاہدہ سے معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ(۱۷)۔

ترجمہ کنز العرفان: اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے / نصیحت لینے کیلئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے / نصیحت لینے والا؟۔ (پارہ ۲۷، سورۃ القمر، آیت، ۱۷)۔

وجہ تاسع: اس کو پڑھنے والا اور سننے والا بار بار پڑھنے اور سننے کے باوجود اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا۔

وجہ عاشر: جو اس میں دم اور دعائیں وارد ہیں ان کے ذریعے امراض سے شفاء ملتی اور آفات سے حفاظت ہوتی ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں سورہ فاتحہ کے دم سے سانپ

کے ڈسے ہوئے کو شفاء مل جانا وارد ہے۔ اور جیسا کہ یہ بھی وارد ہے کہ سورہ حشر کی آخری آیات میں موت کے علاوہ ہر مرض سے شفاء ہے۔

دوسری قسم: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر جو معجزات اور روشن نشانیاں ظاہر ہوئیں، یہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے درست ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ قرآنِ پاک میں کثیر وارد ہوئے ہیں۔ بعض علماءِ کرام نے فرمایا: ان کی انتہاء ایک ہزار معجزات تک پہنچتی ہے، اور بعض علماءِ کرام نے فرمایا: اللہ پاک نے جتنے بھی انبیاءِ کرام کو معجزات عطا فرمائے، وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دیئے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عطا فرمائے۔

ان معجزات میں سے چاند کا شق ہونا، انگلیوں کے درمیان سے پانی کا نکلنا، کثیر جماعت کو بہت کم کھانے سے سیر اب کرنا، اور کثیر غیب کی خبریں جو آپ نے دیں بلکہ اسی طرح ہوئیں جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائیں تھیں، کنکروں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں تسبیح پڑھنا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پتھروں کا سلام بھیجنا وغیرہ۔

فائدہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: جن کو ہم قطعی طور پر جانتے ہیں، جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا؛ کیونکہ قرآن پاک نے اس کے واقع ہونے پر صراحت فرمائی ہے۔ اور اس سے اعراض نہیں کیا جائے گا مگر ظاہری دلیل سے، اور صحیح احادیث میں کثیر طرق سے یہ واقعہ مذکور ہے۔ اسی طرح انگلیوں کے درمیان سے پانی کا نکلنا، کثیر جماعت کو بہت کم کھانے سے سیر اب کرنا، یہ وہ واقعات ہیں جن کو ثقات اور ایک جمِ غفیر نے کثیر صحابہ کرام سے روایت کئے ہیں، اور ان واقعات کا جمِ غفیر اور کثیر تعداد نے مشاہدہ کیا ہے۔

دوسری قسم: وہ معجزات جن کے کثرت سے واقع ہونے کی وجہ سے ہم قطعی ہونے کا یقین رکھتے ہیں اگرچہ ہم ان کی صحت خبرِ واحد کی وجہ سے قطعی نہیں کہتے: جیسا کہ غیب کی خبریں دینا، اور دعاؤں کا قبول کرنا، کیونکہ یہ معجزات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی کثرت کے ساتھ وارد ہوئے ہیں کہ ان کا مجموعہ قطعی ہو جاتا ہے اگرچہ ان میں سے ہر ایک قطعی نہیں ہے۔ پس جب ان سب معجزات کو جمع کیا جائے تو دونوں قسمیں ایک ہو جائیں گیں، اور معجزے کے ظہور پر بھی مجتمع ہو جائیں گیں (یعنی دونوں قطعی ہو جائیں گیں)۔

وجہ ثالث: وہ فضائلِ عظیمہ اور اخلاقِ حسنہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کئے، اور جو سیرتِ جمیلہ اور مناقبِ عظیمہ آپ میں جمع ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے محبوب ترین بندے میں جمع فرمائے گا۔

یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے درست ہونے پر دلیل ہے۔

ان فضائلِ جلیلہ اور مناقبِ عظیمہ میں سے کچھ یہ ہیں: شرف نسب، جمالِ صورت، وفورِ عقل (عقل کا کامل ہونا)، صحتِ فہم (معاملہ کو سمجھنے کی قوت) فصاحتِ لسان، قوتِ حواس (دوسرے کی بات کو اچھی طرح سننے کا حوصلہ)، کثرتِ علوم، کثرتِ عبادت، حسنِ اخلاق، حلم، صبر اور شکر وغیرہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشک وشبہ ان خصائلِ کمال کے جامع تھے، ان تمام اوصاف کے حامل تھے، اور اس میں کمال کے انتہائی درجے پر فائز تھے، محدثینِ کرام نے ان اوصافِ جلیلہ کو بلا خلاف ذکر کیا۔ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ سب واضح ہو جائے گا، اور تمھارے لئے تو اللہ کا یہ فرمان ہی کافی ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

ترجمہ کنز العرفان: اور بیشک تم یقیناً عظیم اَخلاق پر ہو۔ (پارہ ۲۹، سورہ قلم، آیت ۴).

ھرقل بادشاہ کے ساتھ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی ہونے والی گفتگو میں غور وفکر کرو، اور اس بادشاہ کا ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال، اخلاق اور نسب کے بارے میں سوال کرنے میں غور وفکر کرو۔ جب ھرقل بادشاہ کو ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے بتایا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے سچے ہونے کی تصدیق کی۔ یہ وہ حدیثِ صحیح ہے جس کو امام بخاری علیہ الرحمہ اور آپ کے علاوہ دگر محدثینِ کرام نے بیان کیا ہے۔

عبد اللہ بن سلام فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے شریف میں تشریف لائے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کے لئے آگیا، پس جب میں نے آپ کے چہرے کو دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔

وجہ رابع: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش واعلانِ نبوت سے پہلے جو واقعات ظاہر ہوئے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے درست ہونے پر دلیل ہیں۔

ان میں سے کچھ یہ ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش پر نور کا نکلنا، ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آنا اور فارسیوں کی آگ کا بجھ جانا وغیرہ۔

ان میں سے مزید یہ بھی ہیں: حضرت ابرہیم واسمٰعیل علیہما السلام کی دعا کہ اللہ پاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اولاد میں مبعوث فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو یوں بیان فرمایا: رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج۔ (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۱۲۹)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کا ہر عیب سے پاک ہونا یہاں تک کہ آپ افضل ترین نسب میں اور افضل ترین گھروں میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: {ان اللہ اِختار من البشر آدم} الی آخر الحدیث. یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے آدم علیہ السلام کو چنا۔ آخرِ حدیث تک۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: {لم یکن في نسبنا سفاح، کلہ نکاح}. یعنی ہمارے نسب میں کوئی بدکاری نہیں ہوئی بلکہ سب کا سب نکاح سے چلا ہے۔

اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اصحابِ فیل (ہاتھیوں والوں) کو مکہ سے ہٹا کر ہلاک فرما دیا؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ(۱) اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ(۲) وَّ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ(۳) تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ(۴) فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ(۵)۔

ترجمہ کنزالعرفان: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟ کیا اس نے ان کے مکروفریب کو تباہی میں نہ ڈالا۔ اور ان پر فوج در فوج پرندے بھیجے۔ جو انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تھے۔ تو انہیں جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ (پارہ ۳۰، سورۃ الفیل، مکمل)۔

ان کے علاوہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کی آپ کی آمد کی خبر دینا، آپ کا ذکر تورات وانجیل میں موجود ہونا اور شیاطین کو آسمان سے باتیں سننے سے روک دینا اور یہودیوں کے پیشواؤں اور عیسائیوں کے علماء کا آپ کے اور آپ کی امت کے اوصاف، آپ کا نام، آپ کی نبوت کی علامات کا بتانا وغیرہ۔

وجہ خامس: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے بعد جو واقعات ظاہر ہوئے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے درست ہونے پر دلالت کرتے ہیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا تمام ادیان پر غالب آنا، مشرق ومغرب کا فتح ہونا، تمام روئے زمین میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا باقی ہونا، اس کا بڑھنا اور تغیر وتبدل سے محفوظ ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کثیر ہونا اور لوگوں کا فوج در فوج آپ کے دین میں داخل ہونا وغیرہ۔

مسئلۃ فی الرد علی الیھود:

یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد وجہ سے آپ کی نبوت کا انکار کیا، جب آپ کے معجزات کے ذریعے ان پر آپ کے سچے ہونے کی حجت پوری ہوئی تو اب وہ کہنے لگے کہ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا دوسری شریعت سے منسوخ ہونا لازم آرہا ہے؛ کیونکہ منسوخ ہونے سے اس شریعتِ موسیٰ علیہ السلام کی بداءت یعنی اس شریعت کا گھٹیا ہونا لازم آتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے جائز نہیں ہے

ہم ان کا سات دلیلوں سے رد کرتے ہیں:

پہلی دلیل: منسوخ ہونے سے بداءت لازم نہیں آتی، بلکہ یہ تو اس طرح ہے کہ آقا اپنے غلام کو کسی کام کے کرنے کا حکم دے، پھر وہ اتنا کام کرلے جتنا آقا نے چاہا تھا، اب وہ کسی دوسرے کام کا حکم دے دے۔ لہذا اب اعتراض نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایک شریعت سے دوسری شریعت کی طرف منتقل ہونے کا حکم دے، جیسا کہ وہ ان کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کرتا ہے تو اعتراض نہیں ہوتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ انسان پہلے نطفہ ہوتا ہے، پھر لوتھڑا بنتا ہے اور پھر مختلف احوال میں بدلتا رہتا ہے، اسی طرح نباتات میں بھی ہوتا ہے، اور اسی طرح دن اور رات کے بدلنے میں بھی ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک حال دوسرے حال کو بدلنے والا ہوتا ہے، اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دوسری دلیل: ان کی شریعت نے بھی تو ما قبل شریعتوں کو منسوخ کیا ہے، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں ضرورتِ نسل کی وجہ سے بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح کرنا جائز تھا، پھر اس کے بعد حرام ہوگیا، اور یہ بھی کہ ہفتہ کا التزام ان سے پہلے نہیں تھا، جب یہ جائز ہے کہ ان کی شریعت دیگر شریعتوں کو منسوخ کرسکتی ہے تو ہماری شریعت کا ان کی شریعت کو منسوخ کرنا بھی جائز ہے۔

تیسری دلیل: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی بشارت دی تھی، تو یہودیوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنا واجب ہوگیا اور آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا واجب ہو گیا، بلکہ خود یہودی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت (یعنی اعلانِ نبوت سے پہلے آپ) کے بارے میں خبریں دیتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اس بات کا کثیر یہودیوں نے اعتراف بھی کیا ہے، تو کوئی ان میں سے اسلام لے آیا، جیسا کہ عبد اللہ بن سلام، اور کعب الاحبار رضی اللہ عنھم وغیرہ، اور ان میں سے کئی وہ ہیں جن کو حسد اور بد بختی نے اسلام لانے سے روک دیا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہودیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچاننے کے باوجود بھی ایمان نہ لانے پر تنبیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

چوتھی دلیل: ملتِ اسلام حضرتِ موسیٰ، عیسیٰ، محمد اور دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام پر ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہے، اور قرآن بھی تورات و انجیل کی تصدیق کرتا ہے۔ بہر حال ملتِ یہود تو وہ بعض انبیاءِ کرام علیہم السلام پر ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہے، بعض پر نہیں؛ کیونکہ وہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی کریم حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کئی انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جھٹلایا اور ان کو شہید کیا۔

یہ بات معلوم ہے کہ کُل (یعنی سب) پر ایمان لانا، بعض پر ایمان لانے اور بعض کی تکذیب کرنے سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان کا بھی یہی مطلب ہے:

پانچویں دلیل: ملتِ یہود و نصاریٰ والے اور عرب لوگ کے لوگ حضرتِ ابراھیم علیہم السلام کی تعظیم کرنے پر متفق ہیں، اور دینِ اسلام بھی دینِ ابراھیمی ہی ہے لہذا ان سب پر دینِ اسلام کی اتباع (پیروی) کرنا واجب ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

چھٹی دلیل: اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ نے اپنے دین تبدیلیاں کر کے اسے بدل دیا اور آپس میں اختلافات میں پڑ گئے، اللہ پاک کی کتابوں میں کمی زیادتی کر دی، انبیاءِ کرام علیہم السلام کو قتل کیا، ان کی تکذیب کی، اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے، اور اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں جو اس کی شان کے لائق نہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اتنا حد سے بڑھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پکڑ فرما کر ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا؛ تاکہ جن اختلافات میں وہ پڑ گئے ان میں فیصلہ فرمادیں، جو کچھ انہوں نے تبدیلیاں کرکے دین کو بدل دیا تھا اس کو حق یعنی اصل کی طرف لوٹادیں، اور ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور فرمایا:

عیسائیوں کا بھی انہی دلائل سے رد کیا جاسکتا ہے، یا پھر ان سے بھی زیادہ دلائل کے ساتھ ان کا رد کیا جا سکتا ہے۔

ساتویں دلیل: اگر ان کے لئے آخرت میں سعادت مندی ہوتی تو پھر موت کی تمنا کرتے تاکہ اپنی سعادت کو پہنچ جاتے۔ لیکن انہوں نے تمنا نہ کی اور نہ ہی وہ کبھی تمنا کرسکتے ہیں، یہ سب بھی ان کے اقوال کے باطل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا بھی یہی مطلب ہے:

یہ بات بھی جان لو کہ یہودیوں میں سے کئی لوگوں نے نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعتراف کیا تھا، لیکن وہ ساتھ میں یہ بھی کہتے تھے کہ آپ صرف عرب کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں، ان کا یہ قول بھی بالکل باطل ہے؛ کیونکہ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرلیا تو اب ان پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان سب باتوں میں جن کی آپ نے خبر دی تصدیق کرنا بھی واجب ہوگیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو پہلے ہی خبر دے چکے تھے کہ **میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں**۔ لہٰذا ان پر آپ کے اس فرمان کی تصدیق کرنا بھی واجب تھی۔

ان میں سے بعض نے صرف اس وجہ سے انکار کردیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی تھے اور بنی اسرائیل میں سے نہ تھے، یہ بھی واضح جہالت ہے، اور اس کا بھی کئی طرح سے رد کیا جاسکتا ہے۔

پہلا طریقہ: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی امت میں سے جسے چاہے اپنی رسالت کے لئے چن لے (لہٰذا ان کا یہ اعتراض کرنا بنتا ہی نہیں)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دوسرا طریقہ: نبوت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے لہٰذا وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کردے (اس طرح بھی ان کا یہ اعتراض کرنا نہیں بنتا)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تیسرا طریقہ: عرب میں بھی تو انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم السلام تھے جیسا کہ حضرتِ ھود، صالح اور شعیب علیٰ نبینا و علیہم السلام (اس طرح بھی ان کا یہ اعتراض کرنا نہیں بنتا)۔

چوتھا طریقہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمّی عربی ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور آپ کے ان کو عاجز کر دینے پر زیادہ ظاہر ہے؛ کیونکہ آپ بجالاتے تھے علوم و حکمتوں کو بغیر ممارست کے اور بغیر کسی سے سیکھے اور بغیر کتاب کی معرفت کے۔